(۳) علامہ سرخسی الحنفیؒ فرماتے ہیں " ان کان لغیراللہ علی وجه التعظیم کفر۔ قال القهستانی وفی الظهیریة یکفر بالسجدة مطلقاً۔) (رد المختار ۵/۲۵۵) اگر سجدہ غیر اللہ کی تعظیم کے پیش نظر ہے تو کفر ہے قہستانی نے کہااور ظہریہ میں ہے کہ مطلق سجدہ کرنے سے کافر ہو جائے گا۔

(۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں "اے برادر سجدہ کہ عبارت از جبیں بر زمیں نہادن است متضمن نہایت تذلل وانکسار است و مشتمل بر کمال تواضع و فروتنی است لہٰذا ایں قسم تواضع مخصوص بعبادت واجب الوجود جل سلطانہ داشتہ اند وغیرہ سبحانہ را تجویزنہ نمودہ"(مکتوبات امام ربانی ۲/ ۹۲) "اے بھائی سجدہ کہ زمین پر پیشانی رکھنا ہے یہ انتہائی ذلت و عاجزی اور کمال تواضع و فروتنی پر مشتمل ہے لہٰذا تواضع کی یہ قسم ذات پاک واجب الوجود جل سلطانہ کیلئے خاص ہے۔اللہ سبحانہ کے سوا کسی غیر کیلئے جائز نہیں"۔

(۵) شرعۃ الاسلام میں ہے کہ :ولا یتخذ مشاهد الصلحاء والانبیاء مساجد ای متعبدا فانه فعل الیهود ۔(الدر الفرید / ۱۱۷) "اولیاء وانبیاء کے مزاروں کو سجدہ گاہ نہ بنایا جائے بے شک یہ یہودیوں کا عمل ہے"۔

بیت اللہ کو سجدہ کرنا بھی کفر ہے :

سجدہ صرف اور صرف اللہ کا حق ہے اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی جائز نہیں حتی کہ اگر کوئی شخص بیت اللہ کو سجدہ کرے گا تو بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ سجدہ ہم اللہ کو کرتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی تعمیل میں بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر سجدہ کرتے ہیں۔ورنہ نفس کعبہ کو کوئی سجدہ نہیں کرتا۔ فقہ حنفیہ کی بلند پایہ کتاب درمختار میں ہے " حتی لو سجدللکعبة نفسها الکفر" "یہاں تک کہ اگر کعبہ کو سجدہ کیا تو کافر ہو جائے گا (کتاب الصلواۃ ۱۲۰) جب نفس کعبہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں جیسا کہ حضرت سعد بن قیسؓ سے روایت ہے تو پھر کسی اور کیلئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اولیاء کرامؒ ، صلحاء عظامؒ کی قبروں کو سجدہ کرنا ناجائز، شرک اور کفر ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ جب رسالت مآب ﷺ کو بوقت وفات اپنی امت سے یہ خوف ہوا کہ مبادا آپ ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ وہ کچھ نہ کیا جائے جو یہود و نصاری نے اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ کیا تو آپ ﷺ نے اس طور پر صراحت سے منع فرمایا کہ یہود و نصاری پر لعنت فرمائی جنہوں نے قبور انبیاء کو سجدہ گاہ بنایا تھا۔

☆☆☆☆☆

مسئلہ تقدیر اور راہ اعتدال

تلخیص از عقیدہ واسطیہ (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

عبداللہ راشد

اللہ جل جلالہ نے ازل میں سب چیزوں کا اندازہ کر دیا تھا، یعنی وہ جانتا تھا کہ فلاں چیز فلاں وقت میں فلاں طرح سے واقع ہوگی۔ اور پھر اسی کے موافق جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، وہ چیز ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔ یہاں تک کہ انسان کے افعال، خیالات اور ارادے کا بھی خالق اللہ تعالیٰ ہے، اس نے بندے کو ایک قسم کا اختیار دیا ہے جس پر عذاب اور ثواب مرتب ہے۔ مگر اس اختیار کو "خلق" نہیں کہہ سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿واللہ خلقکم وما تعملون﴾ "اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا"۔

چونکہ اللہ تعالیٰ خیر و شر سب کا خالق ہے۔ اور کوئی کام برا ہو یا بھلا، اس کی مشیت اور ارادے کے بغیر نہیں ہوتا۔ بنابریں خیر و شر دونوں باعتبار خلق کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں، اور باعتبار کسب اور فاعلیت کے بندے کی طرف۔ قضاء وقدر اللہ تعالیٰ کا علم ہے، کہ بندہ کیسے کام کرے گا برے یا بھلے اور کب کرے گا۔

لیکن بندے کو اس کا علم نہیں ہوتا اس بنا پر وہ ہر کام اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اس کو ثواب یا عذاب ملتا ہے۔

حدیث علی رضی اللہ عنہ میں وضاحت ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ نہ کریں؟ اور عمل کرنا ترک نہ کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا عمل کئے جاؤ، کیونکہ سعادت مند کو سعادت کا کام کرنا اور بدبخت کیلئے شقاوت کا کام کرنا آسان ہو جاتا ہے، البتہ دعائے مقبول کے ذریعے تقدیر تبدیل ہو سکتی ہے۔

اسلام کی راہ اعتدال:

امت اسلامیہ تمام ملتوں میں سے معتدل ہے اور اہل سنت والجماعت امت کے تمام فرقوں میں معتدل فرقہ ہے۔ تمام ملتوں میں سے کچھ تو تعدی وغلو کی طرف مائل ہو گئیں اور کچھ مسلک تفریط کی طرف۔

ملتوں میں سے بعض نے مخلوق میں غلو کیا اور ان میں اللہ کی صفات ماننے لگے۔ اور انہیں اللہ کے حقوق دے دیئے، جیسے عیسائی لوگ، انہوں نے حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام اور رہبان کے متعلق غلو کیا۔ اور بعض ملتوں نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے تابعداروں پر ظلم کیا، یہاں تک کہ ان

کو قتل کیااور ان کی دعوت کو رد کیا۔ جیسے یہود کہ انہوں نے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا کو قتل کیااور حضرت مسیح کو قتل کرنے کی تدبیر کی، اوران پر بہتان لگائے۔

مگر امت محمدیہ نے ہر اس رسول پر ایمان لایا جسے اللہ تعالی نے بھیجا تھا، اور ان کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور ان کے اس بلند مقام کو پہچانا جو اللہ تعالی نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ بعض امتیں وہ تھیں جنھوں نے ہر پاک وناپاک چیز کو حلال جانا۔ اور بعض امتیں وہ تھیں جنھوں نے کچھ پاک چیزوں کو بھی حرام قرار دیا۔ امت محمدیہ پر اللہ تعالی نے پاک چیزوں کو حلال ٹھہرایااور گندی چیزوں کو حرام کر دیا۔ علی ہذا القیاس اور بھی بہت سی چیزیں ہیں، جو اللہ تعالی نے اس امت کاملہ پر اعتدال میں انعام فرمائیں۔

اعتدال اہلسنت والجماعت:

اہل سنت والجماعت امت مسلمہ کے دیگر فرقوں میں ہر لحاظ سے راہ اعتدال پر ہیں۔ اس میانہ روی کے بعض مظاہر درج ذیل ہیں :

۱۔ **صفات الهی:** اہل سنت والجماعت صفات الہی کے بارے میں اعتدال کی روش رکھتے ہیں۔ کچھ وہ بدعتی فرقے ہیں جو صفات کی نفی کرتے ہیں، اور اللہ کی ذات کو ان صفات سے خالی مانتے ہیں۔ اور جو آیات واحادیث اس ضمن میں وارد ہوئی ہیں، ان کو صحیح معانی سے دور ازکار مجازی مفہوم کی طرف پھیر دیتے ہیں، جن کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور کچھ اللہ تعالی کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں، صفات کی نفی کرنے والوں کو جہمیہ، اور اللہ تعالی کو بندوں کے مثل جاننے والوں کو مشبہہ یا اہل تمثیل کہتے ہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ جہمیہ اور اہل تمثیل کے عین وسط میں اعتدال پر ہے۔

۲۔ **افعال الهی:** اللہ تعالی کے افعال کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ فرقہ جبریہ اور قدریہ کے افراط اور تفریط کے درمیان ہے۔ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ بندہ مجبور محض ہے اور بندہ کے سارے افعال اللہ تعالی کی قدرت سے جبرا واقع ہوتے ہیں، اور قدریہ کا عقیدہ ہے کہ بندہ مکمل بااختیار ہے بندے کے افعال پر اللہ تعالی کو کوئی قدرت حاصل نہیں۔ اہل حق کا عقیدہ ان دونوں کے درمیان ہے، یعنی بندے اپنے اختیاری افعال ہی سے فرمان بردار یانافرمان ہوتے ہیں، ان کے افعال اللہ تعالی کی مخلوق ہیں مگر ہر فعل کا فاعل خود بندہ ہے۔

۳۔ **وعید الهی:** فرقہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ بندے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ان کا خیال ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے، اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کرتا ہو۔

دوسری طرف فرقہ وعیدیہ کا عقیدہ ہے کہ گناہگار کو عدم توبہ کی صورت میں گناہ کی سزا دینا اللہ تعالی پر لازم ہے۔اگر کوئی گناہ کبیرہ کا مرتکب بلا توبہ مر جائے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو معاف کرنیکا اختیار نہیں رکھتا۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان سے مراد زبان سے اقرار، دل سے تصدیق، اور جوارح کے ذریعے عمل ہے، صرف اقرار یا صرف تصدیق قلبی ناکافی ہے۔

نیز اللہ تعالی کسی بھی گناہ کبیرہ کو اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے معاف کر سکتا ہے۔ہاں شرک کے متعلق اللہ پاک نے خود واشگاف اعلان کیا۔(النساء ١١٦)

۴۔ **ایمان:** اسماء اور احکام کا مسئلہ سب سے پہلا مسئلہ ہے جس میں اختلاف ہوا۔ اگرچہ اختلاف کی بنیاد تو سیاست اور خانہ جنگی تھی۔جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد نتیجے کے طور پر خوارج اور قدریہ وغیرہ فرقے پیدا ہوئے۔ان جنگوں کا اثر بہت دوررس واقع ہوا۔

''اسماء'' سے مراد یہاں دین کے اصطلاحی نام ہیں مثلاً مؤمن، مسلم، کافر اور فاسق وغیرہ اور ''احکام'' سے مراد مذکورہ بالا فرقوں کے متعلق شرعی حکم ہے (یاد رہے مسقط و عمان کے ملک پر خارجی حکومت ہے۔اور وہاں قانون کے طور پر انہی کا فقہ رائج ہے)۔

خوارج میں سے حروریہ کا، اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ''ایمان'' کے نام کا مستحق صرف وہ ہے کہ جو اپنے دل سے تصدیق کرے، زبان سے اقرار کرے، تمام واجبات کو ادا کرے اور تمام کبیرہ گناہوں سے بچے رہے، ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب مؤمن نہیں رہتا۔اور اس میں دونوں فرقے متفق ہیں، لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا وہ کافر ہے یا نہیں؟ خارجی اسے کافر کہتے ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور ان دونوں کے ساتھیوں کو (نعوذ باللہ) کافر کہا۔

اور معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے تو خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

ان کے برعکس مرجیہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ گناہ سے مسلمان آخرت میں مستحق سزا نہیں ہوتا، کبیرہ گناہ کا مرتکب کامل مؤمن ہی رہتا ہے، گناہ سے ایمان میں کوئی نقصان نہیں آتا۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب ان دونوں کے درمیان ہے، کہ کبیرہ کا مرتکب مؤمن لیکن ناقص الایمان ہے۔ جتنا اس نے گناہ کیا ہے اتنا اس کے ایمان میں نقصان واقع ہوتا ہے۔کلی طور پر ایمان کی نفی نہیں ہوتی، آخرت میں ان کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالی چاہے تو ان کو معاف کر دے یا گناہ کے مطابق سزا دے کر جنت میں بھیج دے۔